13083CH17

شعر کا فن

شعر

دوستوں کی محفل تھی۔ ان کی بے تکلف گفتگو نے رفتہ رفتہ ہنسی مذاق کی جگہ ایک دوسرے پر طنز اور تضحیک کا رنگ اختیار کرلیا۔ محفل سمٹ سمٹا کر دو دوستوں پر مرکوز ہوگئی۔ شائستہ گفتگو غیر شائستگی میں بدلنے لگی۔ خوش کلامی کی جگہ بدکلامی نے لے لی اور تکرار تک نوبت آگئی۔ اس سے پہلے کہ کچھ اور صورت پیش آئے، ان دونوں میں سے ایک صاحب نے سمجھ داری کا ثبوت دیتے ہوئے رخ بدلنے کی کوشش کی اور مسکراتے ہوئے کہا۔ غالبؔ کا ایک شعر سنیے:

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تمھیں کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے

بس یہ سننا تھا کہ پہلے صاحب کو کچھ احساس ہوا۔ وہ اپنے رویّے پر شرمندہ ہوئے۔ حالات بے قابو ہونے سے بچ گئے اور وہ بالآخر ایک دوسرے سے گلے مل کر یہ کہتے ہوئے رخصت ہوئے۔

کوئی بات ایسی اگر ہوئی کہ تمھارے جی کو بُری لگی
تو بیاں سے پہلے ہی بھولنا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

(مومنؔ)

ایسا اکثر ہوتا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے بات چیت کے دوران کوئی مناسب اور برمحل شعر بھی پیش کردیتے ہیں اس لیے کہ شعر ہمارے جذبے اور احساس کو زیادہ متاثّر کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم شعر کو بار بار سنتے، پڑھتے اور یاد بھی کرلیتے ہیں۔

غور کیجیے کیا نثر اور شعر دونوں ایک ہی ہیں یا ان میں کچھ فرق بھی ہے؟ جی ہاں! نثر اور شعر کا فرق بہت

© NCERT not to be republished

واضح ہے۔ نثر یعنی جملوں میں کہی جانے والی بات اور شاعری یعنی شعر میں کہی گئی بات۔ نثر میں بات واضح اور مفصّل انداز سے کہی جاتی ہے اور شعر میں اشارے اور اختصار کے ساتھ۔ لفظوں کی ایک خاص ترتیب کی وجہ سے شعر میں بات زیادہ پُر اثر ہوجاتی ہے۔

''شعر وہ کلام ہے، جس میں لفظوں کی ایک ایسی خاص ترتیب یعنی موزونیت ہو اور اسے پڑھ یا سن کر ایک خاص اثر پیدا ہوجائے۔''

حسرت موہانی کا شعر ہے۔

شعر در اصل ہیں وہی حسرتؔ
سنتے ہی دل میں جو اُتر جائیں

مصرع

شعر دو موزوں سطروں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اس کی ہر سطر کو مصرع کہتے ہیں۔ پہلے مصرعے کو مصرعۂ اولیٰ اور دوسرے کو مصرعۂ ثانی کہا جاتا ہے۔ مثلاً:

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں (مصرعۂ اولیٰ)
اب دیکھیے ٹھیرتی ہے جا کر نظر کہاں (مصرعۂ ثانی)

سارے جہاں سے اچھّا ہندوستاں ہمارا (مصرعۂ اولیٰ)
ہم بلبلیں ہیں اِس کی یہ گلستاں ہمارا (مصرعۂ ثانی)

© NCERT not to be republished

شعر کی طرح بعض مصرعے بھی اتنے مشہور ہوجاتے ہیں کہ ایک ہی مصرعہ مکمل مفہوم اور تاثر پیدا کر دیتا ہے اور دوسرے مصرعے کو پڑھنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

مثال کے طور پر یہ چند مصرعے دیکھیے:

ع آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا
ع ادب پہلا قرینہ ہے محبّت کے قرینوں میں
ع اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے
ع جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے
ع حضرتِ داغؔ جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے
ع صاف چُھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں
ع بہت دیر کی مہرباں آتے آتے

جب ہم کسی مصرعے یا شعر کو کہیں نقل کرتے ہیں تو شعر کو اس ’ ؎‘ علامت کے ساتھ اور مصرعے کو ’ع‘ علامت کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں۔

وزن و بحر

آپ جانتے ہیں کہ کسی چیز کو تولنے، وزن کرنے یا ناپنے کے لیے مختلف قسم کے باٹ اور پیمانے مقرّر ہیں جیسے: گرام، لٹر، میٹر وغیرہ۔ ٹھیک اسی طرح شعر کہنے اور اسے پرکھنے کے بھی خاص پیمانے ہیں۔ اس پیمانے کو ’بحر‘ کہا جاتا ہے۔ ”بحر کو ناپنے کے لیے کچھ خاص الفاظ ہیں جو وزن کہلاتے ہیں۔“

شاعری میں مختلف اوزان کے مطابق شعر کہے جاتے ہیں۔ وزن کے لیے استعمال کیے جانے والے الفاظ ہمیشہ ایک خاص ترتیب میں لائے جاتے ہیں۔ اس سے مصرعے یا شعر میں لے/آہنگ/موزونیت پیدا ہوجاتی ہے۔ ”وزن ایک ایسا پیمانہ ہے جو شعر کو نثر سے مختلف بناتا ہے۔“

© NCERT not to be republished

ذیل کی مثالوں میں مقرّرہ اوزان کے پیمانے پر شعر کو پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں:

وزن کے مختلف پیمانے اور بحر کے نام:

فَعُولُن فَعُولُن فَعُولُن فَعُولُن
فَعُولُن فَعُولُن فَعُولُن فَعُولُن
} وزن

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں
} شعر

ستارو/سِ آگے/ جہا اَو/ ربھی ہیں
ابھی عش/ ق کے ام/ تحا او/ ربھی ہیں
} تقطیع

مَفاعِیلُن مَفاعِیلُن مَفاعِیلُن مَفاعِیلُن
مَفاعِیلُن مَفاعِیلُن مَفاعِیلُن مَفاعِیلُن
} وزن

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے
} شعر

ہزارو خا/ ہشے اے سی/ کِ ہر خا ہش/ پ دم نک لے
بہت نک لے/ مرے ارما/ ن لےَ کن پھر/ بھ کم نک لے
} تقطیع

غور کیجیے کہ ان دونوں مثالوں میں شعر کے الفاظ کی تعداد کہیں کم اور کہیں زیادہ ہے۔ لیکن وزن کے لیے استعمال کیے جانے والے الفاظ کی تعداد مقرر ہے۔ الفاظ کی اسی کمی بیشی سے وزن ظاہر ہوتا ہے اور اسی سے بحر مقرّر ہوتی ہے۔ پہلی مثال میں فعولُن کی چار بار تکرار ہے اور اس وزن پر بحر کا نام ہے: 'بحرِ متقارب'۔

دوسری مثال میں 'مفاعیلن' کی چار بار تکرار ہے اور اس وزن پر بحر کا نام ہے : 'بحرِ ہزج'۔ وزن معلوم کرتے وقت شعر کے الفاظ میں آوازوں کی کمی بیشی ہوجاتی ہے (دیکھیے: شعر کے نیچے لکھے گئے مصرعے) اس عمل کو تقطیع کہتے ہیں۔مختلف اوزان اور بحروں سے تفصیلی واقفیت کے لیے علمِ عروض کی کتابوں کا مطالعہ کرسکتے ہیں۔

قافیہ

یہ شعر پڑھیے:

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

پھول کھلے ہیں گلشن گلشن
لیکن اپنا اپنا دامن

اوپر دیے گئے شعروں میں خط کشیدہ لفظوں پر غور کیجیے:

- دم کم
- جہاں امتحاں
- حباب سراب

- گلشن دامن

یہ لفظ ایک جیسی آواز پر ختم ہوتے ہیں اور ان سب میں آخری حرف یا حروف مشترک بھی ہیں، جیسے: دم اور کم میں 'م'۔ حباب اور سراب میں 'اب'، جہاں، امتحاں میں 'اں' اور گلشن اور دامن میں 'ن'۔

''وہ لفظ جو یکساں آواز اور یکساں حرف/حروف پر ختم ہوتے ہیں، انھیں قافیہ کہتے ہیں۔''

قافیے سے شعر میں نغمگی اور ترنّم پیدا ہوتا ہے۔

ذیل کی مثالوں میں قافیوں کو پہچانیے:

اک معمّا ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا
زندگی کا ہے کو ہے خواب ہے دیوانے کا

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر

ردیف

قافیے کے تعلق سے آپ نے ابھی کئی شعر پڑھے۔ چوتھے شعر کے قافیے تھے، 'گلشن' اور 'دامن'۔ یہ شعر تو قافیے پر ہی ختم ہوگیا۔ اس کے بعد اور شعر دیکھیے۔ ہر شعر میں قافیے کے بعد کچھ اور بھی ہے۔

شعر نمبر 1 میں 'دم' اور 'کم' قافیوں کے بعد 'نکلے'

شعر نمبر 2 میں 'جہاں' اور 'امتحاں' قافیوں کے بعد 'اور بھی ہیں'

© NCERT not to be republished

شعر نمبر 3 میں ’حباب‘ اور ’سراب‘ قافیوں کے بعد ’کی سی ہے‘

’’اشعار میں قافیے کے بعد جو لفظ یا الفاظ دہرائے جاتے ہیں، انھیں ردیف کہتے ہیں۔‘‘

ردیف کی کچھ اور مثالیں دیکھیے :

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے
جو گزری مجھ پہ مت اُس سے کہو ہُوا سو ہُوا
بلاکشانِ محبّت پہ جو ہُوا سو ہُوا
وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ وزن شعر کا لازمی جزو ہے۔ قافیہ اور ردیف شعر کے لیے ضروری نہیں ہیں۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ قافیہ اور ردیف سے شعر کی نغمگی، حسن اور اثر آفرینی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

شعر کے مفہوم و معنی اور اہمیت سے متعلق یہاں پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب کی کتاب ’ہماری شاعری‘ سے یہ چند جملے نقل کیے جاتے ہیں:

’’کامل شعر وہی ہے جس میں موزونیت بھی ہو اور اثر بھی۔ کلام کے موزوں ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ ایسے ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا جائے جن کو ادا کرتے وقت آواز میں ایک خوبصورت تسلسل یا ترنم پیدا ہو جائے اور ایک خاص طرح کی لذّت حاصل ہو۔ اس لذّت کا احساس انسان کی فطرت میں داخل ہے اور اسی فطری احساس پر غور کرنے اور تجزیہ کرنے سے وہ اوزان دریافت ہوئے جن کی مطابقت سے کلام میں موزونیت پیدا ہوتی ہے۔

© NCERT not to be republished

لیکن موزونیت کے تحت شعر کے نئے اوزان دریافت کرنے کا امکان اب بھی ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ لفظوں کا وہ مجموعہ جس میں موزونیت کی صفت پائی جائے ،مصرعہ کہلاتا ہے۔ شاعری جذبات کی ترجمانی ہے اور انسان کے گہرے جذبات فطرتاً موزونیت اور موسیقیت کے ساتھ ظاہر کیے جاتے ہیں۔تعلیم کا مقصد یہی تو ہے کہ قدرت نے جو قوّتیں انسان کی فطرت میں چُھپا رکھی ہیں،وہ ظاہر کردی جائیں مگر اس طرح کہ ان کا قدرتی تناسب اور توازن بگڑنے نہ پائے۔ اس صورت میں اگر یقین ہوجائے کہ انسان میں کچھ قوّتیں ایسی بھی ہیں جن کی ترقی بالکل یا بہت کچھ شعر کی محتاج ہے تو نظامِ تعلیم میں شعر کی جگہ نکل آئے گی۔ جذبات کی تربیت کا شعر سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں اور کوئی نظامِ تعلیم انھیں نظر انداز نہیں کرسکتا۔''

© NCERT not to be republished